حفیظ جالندھری

سالِ ولادت: ۱۹۰۰ء سالِ وفات: ۱۹۸۲ء

حفیظ جالندھری جالندھر کے محنت کش گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصلی نام محمد حفیظ اور والد کا نام حافظ شمس الدین تھا۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم جالندھر میں حاصل کی۔ نامساعد حالات کے باعث وہ تعلیمی سلسلہ جاری نہ رکھ سکے۔ انھوں نے اُردو ادب میں جو بھی مقام حاصل کیا وہ ان کے فطری ذوق، ذاتی قابلیت، فن شاعری پر بھرپور توجہ اور مسلسل محنت کا مرہونِ منت ہے۔ ان کا شعری ذوق تو فطری تھا مگر فارسی شعر و ادب کے نامور استاد مولانا ''گرامی'' جیسی فاضل شخصیت کی رہنمائی نے ان کے فن کو جلا بخشی اور انھوں نے ادبی دنیا میں بہت جلد نمایاں مقام حاصل کر لیا۔

۱۹۲۲ء میں انہوں نے مولانا گرامی کی نگرانی میں رسالہ ''اعجاز'' کا اجرا کیا۔ اس کے بعد لاہور آ کر ''ہونہار بک ڈپو'' قائم کیا اور ادبی رسائل و کتب کی ادارت و اشاعت کو اپنا ذریعۂ معاش بنا لیا۔

دوسری جنگِ عظیم میں حکومت برطانیہ نے انھیں آل انڈیا ریڈیو (دہلی) میں ''سانگ پبلسٹی آرگنائزیشن'' کا ڈائریکٹر جنرل مقرر کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد وہ لاہور میں مستقلاً رہائش پذیر ہوئے۔ وہ کئی سال تک شعبۂ نشر و اشاعت سے منسلک رہے اور مختلف رسائل کی ادارت بھی کرتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے شعر و سخن کی طرف بھی بھرپور توجہ دی اور اُردو شاعری میں ''شاہنامۂ اسلام'' جیسے گراں قدر اضافے کیے۔ بھرپور زندگی گزارنے کے بعد انھوں نے ۲۱ دسمبر ۱۹۸۲ء کو لاہور میں وفات پائی۔

حفیظ جالندھری کو قدرت کی طرف سے شاعرانہ مزاج ودیعت ہوا تھا۔ اس لیے وہ بچپن ہی سے شعر گوئی کی طرف مائل تھے۔ مولانا گرامی کی شاگردی نے اس فطری ذوق کو نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا اور وہ مشاعروں میں باقاعدگی سے شرکت کرنے لگے۔ جلد ہی ان کی شاعری کی شہرت دور دراز تک پھیل گئی۔

انھوں نے فردوسی کے ''شاہنامہ'' کے انداز میں اُردو میں ''شاہنامۂ اسلام'' لکھا۔ بلاشبہ یہ حفیظ کا ایک اہم کارنامہ اور اُردو شاعری میں گراں قدر اضافہ ہے۔ حفیظ جالندھری کو زبان پر کامل عبور حاصل تھا۔ ان کی شاعری کی زبان سادہ، صاف، رواں اور مخصوص دلکشی کی حامل ہے۔ انھوں نے نرم اور شیریں الفاظ کا انتخاب کیا۔ اس لیے ان کے کلام میں موسیقیت کا پہلو بہت نمایاں ہے۔ وہ ارادی طور پر بھی الفاظ کی ترتیب میں موسیقی کا لحاظ رکھتے اور مترنم بحروں کا انتخاب کرتے تھے۔ انھوں نے حسن و موسیقی کے امتزاج سے نئی نئی راہیں نکالیں۔ چھوٹی اور مترنم بحروں، ہندی الفاظ، فارسی تراکیب، تکرارِ الفاظ اور بول چال کے فطری انداز نے ان کی شاعری میں ایسا حسن اور تاثر پیدا کیا کہ قاری اس سے بجا طور پر لطف اندوز ہوتا ہے۔

حفیظ جالندھری قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کی شاعری کی نمایاں خوبیاں سوز و گداز، دلکشی اور اثر آفرینی ہے۔ موضوعات، خیالات، منظر کشی اور تشبیہات و تلمیحات کے اعتبار سے ان کا کلام انفرادیت کا حامل نظر آتا ہے۔ منظر کشی کے معاملے میں وہ مانی و بہزاد کے مقابل نظر آتے ہیں۔ ان کے ہاں اگر ایرانی باغوں اور مرغزاروں کا ذکر ملتا ہے تو حفیظ کے ہاں بسنت بہار کی آمد کا پیغام لاتی ہے۔

حفیظ کے کلام میں مقامی رنگ بھی نمایاں ہے۔ انھوں نے اردگرد کے ماحول، موسموں اور دیس کی بولیوں اور فضاؤں کو شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ حفیظ نے گیت نگاری میں بھی مہارت دکھائی اور ہندی کی نرم و شیریں بحروں میں ہلکے پھلکے گیت لکھے جو موسیقیت کے اعتبار سے بھی عمدہ فن پارے ہیں۔

غرضیکہ حفیظ نئی طرز کے مترنم گیتوں، شاعری کے متنوع موضوعات کے اعتبار سے اہم اور منفرد شاعر ہیں۔ ''تلخابۂ شیریں''، ''شاہنامۂ اسلام''، ''سوز و ساز''، ''حفیظ کے گیت''، ''حفیظ کی نظمیں'' اور ''چیونٹی نامہ'' ان کی اہم تصانیف ہیں۔ حفیظ جالندھری نے ہمارے وطن پاکستان کا قومی ترانہ بھی لکھا۔

نظم ''درّۂ خیبر'' ان کی شاعری کا عمدہ نمونہ ہے اور تمام فکری و فنی خوبیوں کی حامل ہے۔

درّۂ خیبر

نہ اس میں گھاس اُگتی ہے نہ اس میں پھول کھلتے ہیں
مگر اس سرزمیں سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں
کڑکتی بجلیوں کی اس جگہ چھاتی دہلتی ہے
گھٹا بچ کر نکلتی ہے ہوا تھرّا کے چلتی ہے
یہ ناہموار چٹیل سلسلے کالی چٹانوں کے
امانت دار لافانی پرانی داستانوں کے
یہی پگڈنڈیاں نیرنگِ ہستی کی نظیریں ہیں
یہی تو قسمتِ اقوام کی خونیں لکیریں ہیں
یہ ذرّے رہرووں کی ہمتوں پر مسکراتے ہیں
زبانِ حال سے ماضی کے افسانے سناتے ہیں
یہ پتھر قافلے والوں کے ٹھکرائے ہوئے سے ہیں
کسی آتش قدم کی راہ میں آئے ہوئے سے ہیں
لیے بیٹھی ہیں یہ ویرانیاں محشر کے ہنگامے
ہیں ان سنسانیوں میں دفن دنیا بھر کے ہنگامے
یہ بے آباد دہشت ناک وحشت خیز ویرانہ
ہے لاتعداد شور انگیز تہذیبوں کا افسانہ
انھی دشواریوں سے آریوں کا کارواں گزرا
زمینِ ہند پر جاتا ہوا اک آسماں گزرا
اسی رستے سے ہوکر ہُنس اور اہلِ تتار آئے
کئی خانہ خراب آئے، کئی آباد کار آئے
یہ مٹی شانِ اسکندر کی ہے آئینہ دار اب تک
اسی آندھی کا باقی ہے یہاں گرد و غبار اب تک
اسی تابش میں چمکی تھیں مسلمانوں کی شمشیریں
انھی فولاد کے دیووں سے ٹکرائی تھیں تکبیریں
فلک نے اس زمیں پر بارہا محمود کو دیکھا
بہادر غوریوں کے طالعِ مسعود کو دیکھا

اُڑی یہ خاک برسوں تک غبار کارواں ہو کر
فلک پر چھا گئی دلدوز آہوں کا دھواں ہو کر
اسے تیمور نے روندا اسے بابر نے ٹھکرایا
مگر اس خاک کی عالی وقاری میں نہ فرق آیا
یہاں سے بارہا گزرے اٹالے بارگاہوں کے
قدم چومے ہیں اس مٹی نے اکثر بادشاہوں کے
کہاں اب وہ شکوہ نادری، اقبالِ ابدالی
لیا کرتے تھے جن سے سخت پتھر درسِ پامالی
یہ ہے وہ خار زار اس میں ہزاروں آبلے پھوٹے
نہیں ٹوٹے مگر یہ سنگدل کانٹے نہیں ٹوٹے

مشق

1- مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

i- درۂ خیبر سے کن کا کارواں گزرا؟
ii- درۂ خیبر سے جو عظیم فاتح گزرا اس کا نام بتائیں؟
iii- وہ کون سا بادشاہ تھا جو بارہا درۂ خیبر سے گزر کر ہندوستان آیا؟
iv- درۂ خیبر سے جو پہلا مغل بادشاہ گزرا اس کا نام بتائیں؟

2- نظم ''درۂ خیبر'' کو پیشِ نظر رکھ کر مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات میں سے درست جواب کے شروع میں (✓) کا نشان لگائیں۔

i- ''درۂ خیبر'' کا شاعر کون ہے؟
ا۔ حفیظ ہوشیار پوری ب۔ حفیظ جالندھری ج۔ حفیظ جون پوری د۔ حفیظ تائب

ii- حفیظ جالندھری کی وجہِ شہرت کیا ہے؟
ا۔ صحافت ب۔ ادارت ج۔ سیاست د۔ شاعری

iii- جنگِ عظیم کے دنوں میں انھوں نے زیادہ تر کس صنف میں لکھا؟
ا۔ غزل ب۔ نظم ج۔ گیت د۔ مثنوی

iv- ساری نظم میں ردیف کیا ہے؟
ا۔ ہیں ب۔ ہے ج۔ کے د۔ کوئی بھی ردیف نہیں

3- ''درۂ خیبر'' کا خلاصہ اپنے لفظوں میں بیان کریں۔

4- نظم ''درۂ خیبر'' کے دوسرے، تیسرے اور چوتھے شعر کی تشریح کریں۔

5- حفیظ جالندھری پر ایک مختصر سوانحی و تنقیدی نوٹ لکھیں۔

6- خالی جگہ پُر کریں۔

i- نہ اس میں ....اگتی ہے نہ..........کھلتے ہیں
ii- زبانِ حال سے..........کے..........سناتے ہیں
iii- اڑی یہ..........برسوں تک غبار کارواں ہو کر
iv- اسی تابش میں چمکی تھیں..........کی شمشیریں

7- درۂ خیبر کی تاریخی حیثیت کیا ہے؟